حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب مدظلہ

غیر اسلامی ممالک میں قضا کا طریقہ کار

قضا اسلامی تشخص کی تکمیل کا ایک اہم حصہ ہے جس کے بغیر اسلامی زندگی ناقص اور ادھوری ہے۔ نظام قضا کے ذریعہ محاسبہ اور مواخذہ کی اس اہم دفعہ کی آبیاری ہوتی ہے جس پر اسلامی زندگی کی بنیاد قائم ہے۔ اگر انسان کے انفرادی یا اجتماعی افعال پر اپنی یا کسی قابلِ تعظیم شخصیت کی نظر نہ ہو یا اس کو آزاد چھوڑ کر اس کے کیے ہوئے افعال پر کوئی باز پرس نہ ہو تو اس سے قوتِ بہیمی کو حوصلہ افزائی کا ایسا موقع مل سکتا ہے جس سے انسانی اقدار مجروح ہوں۔

اسلام کے نظام قضاء و قانون کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ قضا صرف ایک معاشرتی ضرورت نہیں جس کی حاجت اجتماعی معاشرہ میں محسوس ہو بلکہ یہ مسلمانوں کا ایسا دینی اور مذہبی فریضہ ہے جس کی ضرورت قدم بقدم محسوس ہوتی ہے۔ قضا دیگر عبادات کی طرح مستقل عبادت ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے بیٹھنا مجھے ستر سال کی عبادت سے زیادہ پسند ہے۔ چنانچہ علماء یہ تقرّبِ الٰہی کا ایک ذریعہ متصور کرتے ہیں۔

قال بعضهم القضاء امر من امور الدين ومصلحة من مصالح المسلمين تجب العناية به لان بالناس اليه حاجة عظيمة وهو من انواع القربات الى الله عزوجل ولذا تولاه الانبياء عليهم السلام۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ جلد ۶ ص ۴۷)

بعض علماء فرماتے ہیں کہ قضا دین کے امور میں سے (ایک اہم) امر ہے اور مسلمانوں کی بہتری کا ایک شعبہ ہے، اس کا اہتمام ہونا چاہیئے۔ کیونکہ لوگوں کو اس کی ضرورت ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے ذرائع میں سے ہے یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی یہ ذمہ دار قبول کی۔

اس لیے اسلامی معاشرہ میں انفرادی اور اجتماعی غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ میں اس کی رعایت ضروری ہے۔ اس کی ادائیگی کے بغیر مسلمان مسئولیت کی ذمہ داری سے بری الذمہ نہیں ہوسکتا۔

نظام قضاء کیلئے قوتِ تنفیذی کی ضرورت

ایسی صورت میں نظام قضا کا نفاذ اور اجراء کسی ولایتِ عامہ یا قوتِ تنفیذی کے وجود پر موقوف نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تحکیم (پنچایت) یعنی کسی ثالث کو فیصلہ کرنے کا اختیار دینا نظام قضاء کا ایک شعبہ ہے۔ اس میں اگرچہ حکم یعنی ثالث کی ولایت ناقص ہو کر صرف طرفین تک محدود رہتی ہے۔ اُس

میں بھی طرفین فیصلہ کرنے سے قبل بغیر کوئی وجہ بتائے رجوع کا حق قضاءً محفوظ رکھتے ہیں لیکن ایک دفعہ ثالث کا فیصلہ جب صادر ہو تو یہ مستقل قضاء بن کر کسی دوسرے اعلیٰ قاضی کی عدالت میں مرافعہ کے وقت کسی خاص ضرورت کے بغیر اس کو فسخ کرنے کا حق نہیں رکھتا، طرفین حسب معاہدہ اس فیصلہ کے پابند رہیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نظام قضاء جزوی طور پر کسی قوت اور طاقت کے استعمال پر موقوف نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ شر القرون کے ان ادوار میں انسان طبعی حرص و لالچ کی وجہ سے کسی دوسرے کے حق کی ادائیگی کے لیے آسانی سے تیار نہیں ہوتا اور اپنا حق منوانے کے لیے جملہ وسائل بروئے کار لانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا۔ اس لیے نظام قضاء کے مثبت نتائج کے مشاہدہ کے لیے قوت تنفیذی کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ کی برکت سے شرعی فیصلہ کا تقدس اور عظمت بحال رہ سکے۔

غیر اسلامی علاقوں میں نظام قضاء کے چند نظائر مسلمان ممالک کی طرح غیر اسلامی ممالک میں بھی جہاں پر کفار کا غلبہ ہو اور مسلمان اقلیت میں رہ رہے ہوں، مسلمان اپنا مذہبی تشخص باقی رکھنے کے پابند ہیں۔ جیسا کہ عبادات سے مسلمان بری الذمہ نہیں ہو سکتے، ایسا ہی حسب طاقت مسلمان اپنے مسائل اسلامی طرز حیات میں طے کرنے کے پابند ہوں گے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (سورۃ النساء ۶۵)	پس تیرے رب کی قسم وہ مومن نہ ہوں گے یہاں تک کہ تم کو منصف نہ جانیں اس جھگڑے میں جو ان میں اٹھے پھر نہ پاویں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلہ سے اور قبول کریں خوشی سے۔

مکی زندگی کے جائزہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہجرت سے قبل مسلمانوں کو یہاں پر غلبہ حاصل نہیں تھا بلکہ اقلیت کی حیثیت سے رہ رہے تھے، لیکن اس کے باوجود مسلمان اپنے فیصلے اپنے درمیان کرتے تھے، کسی غیر اسلامی فیصلہ کرنے والے کے پاس جانے کی ضرورت کبھی محسوس نہیں کی۔

ایسا ہی مدنی زندگی میں اگرچہ خاص علاقوں پر مسلمانوں کا غلبہ تھا لیکن جو علاقے مسلمانوں کی دسترس سے باہر تھے وہاں کے کچھ باشندے جب اسلام کی نعمت عظمیٰ سے مشرف ہو جاتے تو اپنے فیصلے باہمی مشورہ سے طے کرتے۔

فقہی جزئیات کی تائید فقہاء کرام نے اس کی تصریح کی ہے کہ جہاں کہیں کفار کا غلبہ ہو اور مسلمان اقلیت میں رہ رہے ہوں تو مسلمان باہمی منازعات طے کر کے اس کے فیصلہ کرنے کے لیے اپنے کسی مسلمان قاضی کی تقرری کے پابند رہیں گے۔ علامہ کمال ابن ہمام ؒ فرماتے ہیں:-

هٰذا اذا لم یکن سلطان ولا من یجوز	یہ حکم اُس وقت ہے جہاں کہیں حاکم نہ ہو اور یا کسی کا فر

منه کما فی بعض بلاد المسلمین غلب علیهم الکفار کقرطبه فی المغرب الآن وبتنسیه وبلاد الحبشه واقروا المسلمین عندهم علی مال یؤخذ منهم یجب علیهم ان یتفقوا علی واحد منهم یجعلونه والیا فیولی قاضیا ویکون هو الذی یقضی بینهم وکذا ینصبوا لهم اماما یصلی بهم الجمعة۔ (فتح القدیر جلد ۶ ص ۳۶۵)

سے قضاء قبول کرنے کی کوئی صورت نہ ہو جیسا کہ بعض مغربی اور حبشہ کے ممالک میں ہے، تو جب مسلمان باقاعدہ مال کی ادائیگی کے معاہدہ پر رہ رہے ہوں ان پر ضروری ہے کہ اپنے درمیان کسی ایک پر اتفاق کرکے اس کو قاضی مقرر کریں جو ان کے درمیان فیصلے کرے اور ان کے لیے امام مقرر کرے تاکہ ان کو جمعہ (و عیدین) پڑھائے۔

مسلمانوں کے اتفاق سے قاضی کی تقرری

ایسی حالت میں اگر مسلمان باہمی اتفاق سے کسی ایک معتمد شخص کو اپنا قاضی مقرر کریں تو اس کی حیثیت قاضی کی ہوگی، مسلمان اس کے فیصلہ کے پابند ہوں گے۔ چنانچہ رویت ہلال سے صوم و افطار میں اس کا فیصلہ نافذ ہوگا، جمعہ و عیدین دیگر شرائط کی رعایت کے بعد اس کی موجودگی میں ادا ہوں گے۔ شیخ بدرالدین محمود بن اسمٰعیل الشہیر بابن قاضی سماوہ فرماتے ہیں:۔

واما فی بلاد علیها ولاة کفار فیجوز للمسلمین اقامة الجمع والاعیاد ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین۔ (جامع الفصولین ج ۱ ص ۱۴)

وہ علاقے جہاں پر کفار کا غلبہ ہو تو مسلمانوں کے لیے جمعہ و عیدین کا پڑھنا جائز ہے اور مسلمانوں کی باہمی رضامندی سے قاضی باقاعدہ قاضی ہوگا۔

علاء الدین اس کی مزید اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

ولو فقد وال لغلبة کفار وجب علی المسلمین تعیین وال۔ (الدر المختار علی هامش رد المختار ج ۱ ص ۳۰۸)

اگر کفار کے غلبہ سے کہیں مسلمان ولایت عامہ سے محروم رہیں پھر بھی اپنے لیے والی کی تقرری ان پر ضروری ہے۔

موجودہ وقت میں غیر اسلامی ممالک میں قضاء کی چند صورتیں

آجکل جہاں دنیا مذہب و عقیدہ، رنگ و نسل یا سوچ و فکر کے حوالہ سے منقسم ہے، عام محاورہ میں جسے جمہوری دور کہا جاتا ہے، اس میں جہاں کہیں مسلمان اکثریت میں ہیں اور حکومت کر رہے ہیں تو اپنے جملہ وسائل بروئے کار لاکر اس ملک میں مکمل اسلامی نظام کا نفاذ اس ملک کے ہر مسلمان باشندہ کی ذمہ داری ہے۔ لیکن جہاں کہیں مسلمان اکثریت میں نہ ہوں بلکہ کسی غیر اسلامی نظام حیات کے تابع ہوں تو ان ممالک میں بھی بقدر استطاعت مسلمان اپنے مذہبی اقدار کی رعایت کرنے کے پابند ہوں گے۔ عقائد و اعمال کی درستگی اور اسلامی طرز حیات کے مطابق زندگی بسر کرنا تو انفرادی معاملہ ہے جس میں ان کا کوئی عذر قابل سماع نہیں، خاص کر جن ممالک میں مذہبی آزادی ہو۔ لیکن باہمی جھگڑے اسلام کی روشنی میں طے کرنے کی بظاہر دو صورتیں نظر آتی ہیں۔

پہلی صورت

پہلی صورت یہ ہے کہ مسلمان اگر کہیں اجتماعی طور پر اس نظام کے قیام سے عاجز ہوں

تو خود مذہبی جذبہ کی روشنی میں انفرادی طور پر اپنے معاملات قرآن وحدیث کی روشنی میں طے کریں۔ ایسی صورت میں کسی غیر اسلامی حکومت کے لیے کسی قسم کی قانونی پیچیدگی پیدا کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ کسی مروجہ قوانین تک نوبت پہنچنے سے قبل ہی مسلمان اپنے معاملات خود کسی ایسے عالم کے ذریعہ طے کریں جس میں اسلام کی روشنی میں طے کرنے کی اہلیت ہو۔ اس میں کسی فعال اسلامی تنظیم کو بھی بروئے کار لایا جاسکتا ہے کہ وہ تنظیم خود مسلمانوں کے معاملات فیصلے کرانے کا انتظام کرے یا کسی اور کے ذریعہ کرانے کا بندوبست کرے۔

انفرادی طریقہ کار کی کمزوریاں اس طریقہ کار سے اچھے نتائج کی توقع کی جاسکتی ہے لیکن پھر بھی اس کا دائرہ بہت محدود ہوگا۔ کیونکہ اس کی حیثیت "تحکیم" کے سوا اور کچھ نہیں اور "تحکیم" کا دائرہ بہت محدود ہے۔ علاوہ ازیں ایسی صورت میں سیاسی طور پر مسلمانوں کے لیے کئی مشکلات پیدا ہونے کا امکان ہے۔ اولاً یہ کہ مسلمانوں کے پاس ایسے نظام کی تنفیذ کے لیے جب کسی مروجہ قانون کا سہارا نہ ہو تو محض دینی جذبہ سے اس کے تابع رہنے کے نتائج بہت کم سامنے آئیں گے۔ انسان طبعی طور پر نقصان برداشت کرنے یا کسی معاملہ میں ہار ماننے کیلئے آسانی سے تیار نہیں ہوتا۔ عین ممکن ہے کہ کسی مسلمان کو اگر شرعی فیصلہ میں اپنا نقصان نظر آئے تو وہ کسی مسلمان فیصلہ کنندہ کے پاس جانے کی ضرورت محسوس نہیں کرے گا بلکہ متبادل ذرائع تلاش کرکے رائج الوقت قانون میں اپنا سہارا ڈھونڈے گا۔ علاوہ ازیں شرعی طور پر بھی "محکم" کا اختیار چند مسائل تک محدود ہے۔ قصاص و دیت اور حدود جیسے مسائل نمٹانے کی اہلیت "محکم" میں نہیں ــــــ اور کہیں کسی فعال تنظیم یا دینی درد رکھنے والے مسلمانوں کی مساعی سے یہ نظام کامیابی سے ہمکنار ہو اور اس کے اچھے نتائج محسوس ہوں تو یہ مسلمانوں کے سیاسی استحکام کی دلیل ہوگی اور اس سے رائج الوقت حکومت اپنے لیے مستقبل میں خطرہ محسوس کرے گی، ممکن ہے کہ مسلمانوں کے اس باہمی تعاون کی وجہ سے بعض علاقوں میں مسلمان اس درجہ میں منظم ہوں کہ ان کے پاس معاشرتی میدان میں عملی طور پر قوت تنفیذی حاصل ہو اور مسلمان جبری طور پر اسلامی فیصلہ ماننے کے لیے تیار ہوں۔ یہ صورت اگرچہ بذات خود بہت اچھے نتائج کی حامل ہے لیکن سیاسی اعتبار سے مسلمانوں کی سرگرمیاں اس سے متاثر ہوسکتی ہیں جس سے غیر اسلامی اقتدار اعلیٰ ایسی کامیابی میں اپنے لیے خطرہ محسوس کرے گا۔

دوسری صورت ایسے غیر اسلامی ممالک میں مسلمان اپنی ذمہ داری ایک دوسرے طریقہ سے نباہ سکتے ہیں کہ مسلمان اسلامی نظام قضاء کے تحفظ کے لیے رائج الوقت قوانین کا سہارا لیں۔ اور موجودہ وقت میں شخصی قوانین کے تحت قابل عمل بھی ہے۔ اس لیے اگر مسلمان محنت کرکے سیاسی میدان میں اتنا مقام پیدا کریں کہ حکومت وقت سے اپنے حقوق منوا سکیں مسلمان ایسے قوانین کے بنانے پر زور دیں کہ رائج الوقت قوانین میں مسلمانوں کو اپنے مذہب کے مطابق فیصلہ کرنے کا حق دیا جائے، یعنی جو مسلمان ہوگا وہ اپنے مذہب کے مطابق فیصلہ کرے گا۔ ممکن ہے کہ

اقتدارِ اعلیٰ ہر مسئلہ میں ایسے فیصلہ کرنے کی اجازت نہ دے، لیکن بعض امور میں یہ حق ملنا بھی مسلمانوں کیلئے موقعہ غنیمت سے کم نہیں، کیونکہ ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے قاعدہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے جو کچھ بھی ہو سکے اس سے روگردانی اور اعراض نہ کیا جائے۔ ایسی صورت میں علاقائی تحدید کی طرح اگر بعض مسائل تک قاضی کا دائرۂ اختیار محدود ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نظام قضا میں اس کی گنجائش ہے کہ کسی قاضی کا دائرۂ اختیار ایام یا احکام کے اعتبار سے محدود ہو۔ چنانچہ علامہ "الماوردیؒ" المتوفی ۴۵۰ھ فرماتے ہیں :۔

ویجوز ان تکون ولایۃ القاضی مقصورۃ علی حکومۃ بینھما بین خصمین ولا یجوز ان ینفذ النظر الی غیرھما من الخصوم وتکون ولایتہ علی النظر بینھما باقیۃ ما کان التشاجر بینھما باقیاً فاذا بت الحکم بینھما زالت ولایتہ..... فلو لم یعین الخصوم وجعل النظر مقصوراً علی الایام وقال قلدتک النظر بین الخصوم فی یوم السبت وحدہ جاز نظرہ فیہ بین الخصوم فی جمیع الدعاوی۔ (الاحکام السلطانیہ والولایات ص ۷۳)

یہ جائز ہے کہ کسی قاضی کا دائرہ اختیار کسی خاص افراد کے فیصلہ تک محدود ہو تو ان کے علاوہ دوسروں پر اس کو فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل نہیں، ان مخصوص افراد کے درمیان جب تک یہ معاملہ باقی ہو تو قاضی کو فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے جب ان کا فیصلہ ہو جائے تو اس کا اختیار ختم ہو گا...... اگر طرفین کا تعین نہ ہو بلکہ خاص ایام میں اس کو فیصلہ کا اختیار دیا جائے۔ مثلاً تجھے ہفتہ کے دن فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے، تو ہفتہ کے دن جملہ فیصلوں کا اختیار اس کو حاصل ہو گا۔

غیر اسلامی حکومت سے عہدہ قضا قبول کرنے کی شرعی حیثیت

اس پر یہ شبہ کیا جا سکتا ہے کہ کسی غیر اسلامی حکومت سے عہدۂ قضا کا قبول کرنا کہاں تک جائز ہے حالانکہ اس میں غیر اسلامی حکومت کو دوام بخشنے اور اس سے تعاون کی ایک صورت ہے جو تعاون علی المعصیت کے مترادف ہے، لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک کسی مذہبی عقیدہ اور تشخص کے مجروح ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو ایسی صورت میں ایسے عہدے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ جہاں کہیں مسلمان اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں، تو اپنے حالات کے مطابق فیصلہ کرکے شرکت کر سکتے ہیں اور کسی غیر اسلامی قانون کے ذریعہ جب اسلامی قضاء کو دوام بخشا جائے تو ایسے قاضی کا فیصلہ مسلمانوں کے حق میں واجب العمل ہو گا۔ علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں :۔

ولکن اذا ولی الکافر علیھم قاضیا ورضیہ المسلمون صحت تولیتہ بلا شبہ۔ (رد المختار علی الدر المختار المعروف بشامی ج ۴ ص ۳۰۸)

اگر کسی کافر نے مسلمانوں کیلئے ان کی مرضی کے مطابق قاضی مقرر کیا تو یہ اس کی تولیت بلا شبہ جائز ہے۔

ایسا قاضی مسلمانوں کے لیے جملہ وہ امور جاری کر سکتا ہے جو دار الاسلام میں ایک قاضی کے دائرہ اختیار میں ہو۔ چنانچہ شیخ بدر الدینؒ فرماتے ہیں۔

وکل مصر فیہ وال مسلم من جھۃ الکفار تجوز فیہ اقامۃ الجمع والاعیاد واخذ الخراج وتقلید القضاء وتزویج الایامیٰ لاستیلاء المسلم علیھم (جامع الفصولین ج۱ ص۱۴)

وہ علاقہ جس میں کسی کافر بادشاہ کی طرف سے مسلمان گورنر ہو تو اس میں جمعہ وعیدین کی اقامت، خراج قضاء کی تقرری اور یتیم بچیوں کی شادی کرانے کا حق حاصل ہے کیونکہ ان پر مقامی طور پر مسلمان کی حکومت ہے۔

بہرحال کفار کے غلبہ کے وقت ان کی طرف سے تسلیم کرنا شریعت میں ناجائز نہیں، لیکن اگر مسلمانوں کے ترک موالات سے کہیں کافرانہ نظام حکومت متزلزل ہو کر اپنی زندگی پوری کرنے کی حالت میں ہو تو پھر کفر کی ڈوبی ہوئی کشتی کو سہارا دینا تعاون علی المعصیت کے مترادف ہے، ایسی حالت میں یہ کشتی کسی سنجیدہ اور باوفا ملاح کے حوالہ کرنا چاہیئے تاکہ وہ ان کی بہتری کے بارے میں سوچ سکے۔

انصاف کی رعایت نہ ہونے کے وقت عہدۂ قضا قبول کرنا جائز نہیں

لیکن ایسے غیر اسلامی ممالک میں یہ طریقہ اپنانا اُس وقت مرخص ہے جب تک حکومتِ وقت ان کے مذہبی معاملات میں کوئی دخل نہیں رکھتی ہو اگر کہیں ایسی حالت میں مسلمان انصاف قائم نہ رکھ سکتے ہوں تو پھر ظلم وستم کے لیے آلہ کار نہیں بننا چاہیئے، ورنہ اپنا مذہبی تشخص ضائع کرنے کے سوا اور کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم المصریؒ فرماتے ہیں:

ما ذکر المصنف من جواز التقلید من الجائر مقید بما اذا کان یمکنہ من القضاء بالحق اما اذا لم یمکنہ فلا کما فی الھدایۃ لان المقصود لا یحصل بہ۔ (بحر الرائق ج ۶ ص۲۷۷)

مصنفؒ نے ظالم سے قضاء قبول کرنے کا جو مسئلہ بیان کیا ہے، یہ اُس وقت ہے جب قاضی انصاف کے ساتھ فیصلہ کر سکتا ہو، جب یہ ممکن نہ ہو تو پھر قضاء قبول کرنا جائز نہیں جیسا کہ ھدایہ میں ہے کیونکہ ایسی صورت میں مقصود حاصل نہیں ہوتا۔

اعتذار

ہمیں افسوس ہے کہ ماہنامہ "الحق" کی طباعت میں تاخیر سے قارئین کو شدت سے انتظار کی زحمت ہوئی، دراصل گذشتہ ماہ سے "الحق" کے کاتب کی شدید علالت کی وجہ سے پرچہ کی کتابت کا مرحلہ خاصہ پریشان کن رہا، پھر اکوڑہ خٹک کوئی ایسا مرکزی شہر بھی نہیں جہاں کاتب دستیاب ہوں یا کمپیوٹر کی سہولت میسّر ہو۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ حسبِ سابق ادارہ کی مجبوریوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس غیر ارادی تساہل کو محسوس نہ فرمادیں، ادارہ اس پر اپنے تمام قارئین سے معذرت خواہ ہے۔ "(ادارہ)"